دفن کے بعد میت کو قبر پر تلقین کرنا

غلام مصطفٰے ظہیر امن پوری

دفن کرنے کے بعد میت کو تلقین کرنا بدعت سیئہ اور قبیحہ ہے ، قرآن و حدیث میں اس کی کوئی اصل نہیں ، صحابہ کر ام رضوان اللہ علیہماور ثقہ تابعین عظام رحمہم اللہ سے یہ فعل قطعاً ثابت نہیں ، یہ کامل واکمل دین میں اضافہ اور زیادتی ہے ، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پیش قدمی ہے :

فرمانِ باری تعالیٰ ہے :

(يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ)(الحجرات : ١)

'' اے ایمان والو ! اللہ اور اس کے رسول سے پیش قد می نہ کرو اور اللہ سے ڈرو ، یقینا اللہ تعالیٰ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے ۔''

یاد رہے کہ دفن کے بعد میت کو تلقین کرنا کسی دلیلِ شرعی سے ثابت نہیں ہے ، اہلِ بدعت کے دلائل کا علمی و تحقیقی جائزہ پیشِ خدمت ہے :

دلیل نمبر ١ :

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

لقّنوا موتاکم لا الہ الّا اللّہ ۔

''اپنے قریب الموت لوگوں کو لا الہ الّا اللّہ کی تلقین کرو ۔''(مسند الامام احمد : ٣/٣، صحیح مسلم : ١/٣٠٠، ح : ٩١٦، سنن ابی داو،د : ٣١١٧، سنن ترمذی : ٩٧٦، سنن نسائی : ١٨٢٨، سنن ابن ماجہ : ١٤٤٥)

تبصرہ :

١★ اس بات پر مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ یہ تلقین قریب الموت انسان کو کی جائے گی ، نہ کہ مردے کو ، جیسا کہ خود نبی ئ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل مبارک سے ثابت ہے ، سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

انّ رسول اللّہ صلّی اللّہ علیہ وسلّم عاد رجلا من الانصار ، فقال : یا خال ! قل : لا الہ الّا اللّہ ، قال : خال أم عمّ ؟ قال : بل خال ، قال : وخیر لی أن أقولها ؟ قال : نعم ۔

''رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری آدمی کی

تیمارداری کی ، فرمایا ، اے ماموں جان ! لا الہ الا اللہ کہہ دیں ، اس نے کہا، ماموں یا چچا ؟ فرمایا ، بلکہ ماموں ، اس نے کہا، کیا یہ (لا الہ الا اللہ)کہنا میرے لیے بہتر ہو گا ؟ آپ نے فرمایا ، ہاں ۔''(مسند الامام احمد : ۳/۲۶۸، ح : ۱۳۸۶۲، وسندہ، صحیح)

حافظ ہیثمی کہتے ہیں : رواہ أبو یعلیٰ (۳۵۱۲)والبزّار (۷۸۷)، ورجالہ رجال الصّحیح ۔

''اس حدیث کو امام ابو یعلیٰ اور امام بزار نے بیان کیا ہے اور اس کے راوی صحیح (بخاری)کے راوی ہیں۔''(مجمع الزوائد : ۲/۳۲۵)

بوصیری کہتے ہیں : رواہ أبو یعلیٰ والبزّار بسند صحیح ۔
(اتحاف المہرۃ : ۳/۱۸۸)

۲★ امام ترمذی رحمہ اللہ اس حدیث پر یوں باب قائم فرماتے ہیں :

باب ما جاء فی تلقین المریض عند الموت والدّعاء لہ عندہ ۔

''مریض کو موت کے وقت (لا الہ الا اللہ کی)تلقین کرنے اور اس کے لیے دعا کرنے کا بیان ۔''

نیز لکھتے ہیں :

وقد کان یستحبّ أن یلقّن المریض عند الموت قول لا الہ الّا اللّٰہ ، وقال بعض أھل العلم: اذا قال ذٰلک مرّۃ ، فما لم یتکلّم بعد ذٰلک فلا ینبغی أن یلقّن ، ولا یکثر علیہ فی ھٰذا ۔

''موت کے وقت مریض کو لا الہ الا اللہ کہنے کی تلقین کرنا مستحب ہے ، بعض اہلِ علم کا کہنا ہے کہ آدمی ایک مرتبہ کہہ دے تو جب تک وہ اس کے بعدکلام نہ کرے ، اسے تلقین نہ کرنی چاہیے ، نہ ہی اسے زیادہ کہنا چاہیے ۔''(جامع ترمذی ، تحت حدیث : ۹۷۷)

امام ابنِ حبان رحمہ اللہ نے اس حدیث پر یہ باب قائم کیا ہے :

ذکر الأمر بتلقین الشّھادۃ من حضرتہ المنیّۃ ۔

''قریب المرگ کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کرنے کے حکم کا بیان ہے''(صحیح ابن حبان ، قبل حدیث : ۳۰۰۳)

حافظ ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی (۵۷۸۔۶۵۶ھ)لکھتے ہیں :

قولہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم : لقّنوا موتاکم لا الہ الّا اللّٰہ ، أی قولوا لھم ذٰلک وذکّروھم بہ عند الموت وسمّاھم صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم موتی ، لأنّ الموت قد حضرتھم ، وتلقین الموتی ھذہ الکلمۃ سنّۃ مأثورۃ ، عمل بہ المسلمون ، وذٰلک لیکون آخر کلامہ : لا الہ الّا

اللّٰہ ، فیختم لہ بالسّعادۃ ، ولیدخل فی عموم قولہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم : من کان آخر کلامہ : لا الہ الّا اللّٰہ دخل الجنّۃ ۔

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ اپنے مرنے والوں کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کرو ، اس کا مطلب یہ ہے کہ موت کے وقت ان کو یاد دلاؤ ،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریب الموت لوگوں کومردے کہہ دیا ہے ، کیونکہ موت ان کے پاس حاضر ہوچکی ہوتی ہے ، مرنے والوں کو اس کلمہ کی تلقین کرنا سنتِ ماثورہ ہے ، مسلمانوں کا اس پر عمل رہا ہے ، اس کا مقصد یہ ہے کہ مرنے والے کی آخری کلام لا الہ الا اللہ ہو جائے ،یوں اسی کلمہ پر اس کا خوش بختی کے ساتھ خاتمہ ہو جائے اور وہ نبی ئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمومی فرمان میں داخل ہو جائے کہ جس کی آخری کلام لا الہ الا اللہ ہوجائے ، وہ جنت میں داخل ہو جائے گا ۔''

(المفہم : ۲/۵۶۹۔۵۷۰، نیز دیکھیں زہر الربی للسیوطی : ۵۱٤)

حافظ نووی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں :
معناہ من حضرہ الموت ، والمراد ذکّروہ لا الہ الّا اللّٰہ ، لتکون آخر کلامہ کما فی الحدیث (سنن أبی داو،د : ۳۱۱٦ ، وسندہ، حسن وصحّحہ الحاکم (۱/۳۵۱) ووافقہ الذّہبیّ، وقال ابن الملقّن(البدرِ المنیر : ۵/۱۸۹) : صحیح): من کان آخر کلامہ لا الہ الّا اللّٰہ دخل الجنّۃ ، والأمر بهذا التّلقین أمر ندب ، وأجمع العلماء علی ھٰذا التّلقین ۔

''اس کا مطلب یہ ہے کہ جو قریب المرگ ہو اسے لا الہ الااللہ یاد کروائیں ، تاکہ اس کی آخری کلام یہی ہو جائے ، جیسا کہ حدیث (سنن ابی داو،د : ۳۱۱٦، وسندہ، حسن ، اس حدیث کو امام حاکم(۱/۳۵۱) نے صحیح کہا ہے اور حافظ ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے ، حافظ ابن ملقن (البدر المنیر: ۵/۱۸۹)بھی اسے صحیح قرار دیتے ہیں) کہ جس کی آخری کلام لا الہ الا اللہ ہو گئی ، وہ جنت میں داخل ہو گیا ، تلقین کرنے کا یہ حکم استحبابی ہے ، علماء کا اسی(طریقہ ئ) تلقین پر اجماع ہے ۔''(شرح صحیح مسلم : ۱/۳۰۰)

صاحبِ ہدایہ لکھتے ہیں : المراد الّذی قرب من الموت ۔
''اس سے قریب الموت مراد ہے ۔''(الھدایہ : ص ۱۳٦، کتاب الجنائز)

محشی ئ ہدایہ اس کے تحت لکھتے ہیں :

دفع توهّم من يتوهّم أنّ المراد بہ قرأۃ التّلقين على قبر ۔

''اس سے اس انسان کا وہم دور کرنا مقصود ہے جو یہ سمجھ بیٹھا ہے کہ قبر پر تلقین کرنا چاہیے ۔''

علامہ سندھی حنفی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں :

المراد من حضرہ الموت ، لا من مات ، والتّلقين أن يذكر عندہ ، لا أن يأمرہ بہ ، والتّلقين بعد الموت قد جزم كثير أنّہ حادث ، والمقصود من هٰذا التّلقين أن يكون آخر كلامہ لا الہ الّا اللّٰہ ، ولذٰلک اذا قال مرّۃ فلا يعاد عليہ الّا أن تكلّم بكلام آخر ۔

''مراد قریب المرگ ہے ، نہ کہ جو فوت ہو چکا ہے ، تلقین کا طریقہ یہ ہے کہ اس کے پاس کلمہ کا ذکر کیا جائے ، نہ کہ اسے حکم دیا جائے ، موت کے بعد تلقین کو بہت سے علماء نے بدعت قرار دیا ہے ، اس تلقین سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ مرنے والے کی آخری کلام یہی ہو ، اسی لیے جب وہ ایک مرتبہ کہہ دے تو دوبارہ اسے تلقین نہیں کی جائے گی ، الا یہ کہ وہ کوئی اور بات کرلے ۔''(حاشیہ السندی علی النسائی : ٤/٥، تحت حدیث : ١٨٢٧)

ابن الساعاتی حنفی (م٦٩٤ھ)لکھتے ہیں : ونلقّنہ الآن ، لا بعد التّلحيد ۔

''ہم اسے ابھی (موت سے پہلے)تلقین کریں گے ، دفنانے کے بعد نہیں ۔''(مجمع البحرین : ١٧٢)

نیز لکھتے ہیں : ولا يلقّن بعد تلحيدہ ۔ ''دفن کرنے کے بعد تلقین نہیں کی جائے گی ۔''

(تنویر الابصار : ١١٩)

شیخی زادہ حنفی (م١٠٧٦ھ)لکھتے ہیں : وقال الأكثر الأئمّۃ المشائخ لا يجوز ۔

''اکثر ائمہ و مشائخ کا کہنا ہے کہ یہ(قبر پر تلقین) جائزنہیں ۔''(مجمع الانہر : ١/٢٦٤)

علمائے کرام کی تصریحات سے معلوم ہوگیا ہے کہ لا الہ الا اللہ کی تلقین قریب الموت آدمی کو کی جائے گی ، نہ کہ میت کو دفنانے کے بعد ، اس باوجود ''اہلِ بدعت '' مصر ہیں کہ یہ تلقین میت کو دفنانے کے بعد قبر پر کی جائے گی ،اہلِ عقل کے لیے فیصلہ کرنے میں آسانی ہو گی کہ بدعات کے شیدائی کس طرح سینہ زوری سے کام لیتے ہیں اور بے دریغ جھوٹ بولتے ہیں ؟

ابنِ عابدین شامی حنفی وغیرہ اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں

:
''أمّا عند أہل السّنّۃ فالحدیث لقّنوا موتاکم محمول علی حقیقتہ ، وقد روی عنہ علیہ السّلام أنہ أمر بالتّلقین بعد الدّفن ، فیقول : یا فلان ابن فلان ! اذکر دینک الّذی کنت علیھا ۔

''اہلِ سنت کے نزدیک یہ حدیث لقّنوا موتاکم اپنے حقیقی معنیٰ پر محمول ہے اور نبی ئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے دفن کے بعد تلقین کرنے کا حکم دیا ہے ، پس قبر پر کہے کہ اے فلان کے بیٹے فلاں! تو اس دین کو یاد کر جس پر قائم تھا ۔''(شامی باب الدفن ، بحث تلقین بعد الموت : ۱/٦۲۸، الجوھرۃ النیرۃ : ۱/۲۵۲)

ابنِ عابدین شامی حنفی صاحب نے ایک سانس میں بڑی بے باکی سے کئی جھوٹ بول دئیے ہیں ، ان کا یہ کہنا کہ اہلِ سنت نے اس حدیث کو حقیقی معنیٰ پر محمول کیا ہے ، یہ اہلِ سنت پر کذب و افترا اور جھوٹ ہے ، اگر ان کی مراد حنفی ''فقہاء '' ہوں تب بھی صحیح نہیں ، گویا ان کے نزدیک صاحب ِ ہدایہ اہلِ سنت سے خارج ہیں ، دوسری بات یہ ہے کہ نبی ئ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دفن کے بعد تلقین کا حکم قطعی طور پر ثابت نہیں ہے ، مدعی پر دلیل لازم ہے ، دفن کے بعد قبر پر تلقین شرعی مسئلہ نہیں ہے ، بلکہ بہت بعد کی ایجاد ہے ، دراصل یہ لوگ دین کے حوالے سے حزم و احتیاط سے عاری ہیں ، انہوں نے اپنی خواہشات کو دین بنا رکھا ہے ، اس لیے ان کے مذہب کی بنیاد قیاس و باطل پر ہے ، یہ پہلے مسئلہ گھڑتے ہیں ، بعد میں شرعی دلائل کو توڑ مروڑ کر اس پر فٹ کرتے ہیں ، یہی وہ فعلِ شنیع ہے ، جس نے ان کو محدثین کرام سے کوسوں دور کر دیا ہے اور یہ شرعی نصوص میں لفظی و معنوی تحریفات کے مرتکب ہوتے ہیں ، سنت دشمنی ان کا مقدر ٹھہرا ہے ، اس کے باوجود یہ اپنے تئیں اہلِ سنت کہنے سے نہیں تھکتے ،یہ حیران و پشیمان پھرتے ہیں ، سلف صالحین میں ان کا کوئی ہم خیا ل نہیں ، ان کے علم سے جہالت بہتر ہے۔

احمد یا ر خان نعیمی بریلوی صاحب لکھتے ہیں :

''اس حدیث کے دو معنیٰ ہو سکتے ہیں ، ایک تو یہ ہے کہ جو مررہا ہو ، اس کو کلمہ سکھاؤ ، دوسرے یہ کہ جو مر چکا ہو ، اس کو سکھاؤ ، پہلے معنیٰ مجازی ہیں اور دوسرے حقیقی اور بلا ضرورت معنیٰ مجازی لینا ٹھیک نہیں ، لہٰذا حدیث کا یہی

ترجمہ ہو ا کہ اپنے مردوں کو کلمہ سکھاؤ اور یہ وقت دفن کا ہے ۔''(''جاء الحق'' : ۱/۳۱۱)

تبصرہ : تعذر نہ ہو تو حقیقی معنیٰ ہی لیا جاتاہے ، جب کوئی امر مانع موجود ہو تو حقیقت کو چھوڑ کرمجاز کی طرف جایا جاتا ہے ، یہ بھی اسی قبیل سے ہے ، یہاں حقیقی معنیٰ متعذر ہے ، کیونکہ مردے میں تعلم و اخذ کی صلاحیت نہیں ہوتی ، لٰذا یہاں بھی مجازی معنیٰ مراد ہے ۔

نعیمی صاحب مزید لکھتے ہیں : ''اس حدیث اور ان عبارات سے معلوم ہوا کہ دفن میت کے بعد اس کو کلمہ ئ طیبہ کی تلقین مستحب ہے ۔''(''جاء الحق'' : ۱ /۳۱۲)

افسوس مسلما ن بالاتفاق جس حدیث کو انسان کی قرب ِ موت والی حالت پر ہی محمول کریں ، اس کو ''مفتی'' صاحب بغیر دلیل کے دفنِ میت کے بعد کی حالت پر محمول کرکے ایک بدعت کی سند دے رہے ہیں ۔

جب وہ شامی وغیرہ کی عبارات صریح جھوٹ ہیں تو ان کی بنیاد رپر استوار ہونے والا عمل کیسے حق ہو گا ؟

دلیل نمبر ۳ : وعن ضمرہ بن حبیب أحد التّابعین ، قال : کانوا یستحبّون اذا سوّی علی المیّت قبرہ وانصرف النّاس عنہ ، أن یقال عند قبرہ : یا فلان ! قل : لا الہ الّا اللّٰہ ، ثلاث مرّات ، یافلان ! قل : ربّی اللّٰہ ودینی الاسلام ونبیّی محمّد صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم ۔

''ایک تابعی ضمرہ بن حبیب کہتے ہیں، جب میت پر قبر کو برابر کر دیتے تھے اور لوگ واپس چلے جاتے تھے تو وہ اس کی قبر کے پاس یہ کہنا مستحب سمجھتے تھے ، اے فلاں ! تو لا الہ الا اللہ کہہ ، (تین مرتبہ)، اے فلاں! تو کہہ کہ میر ا رب اللہ ہے اور میرا دین اسلام ہے اور میرے نبی محمدصلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔''

(سنن سعید بن منصور ، بحوالہ بلوغ المرام : ٤٧١)

تبصرہ : اس کی سند ''ضعیف '' ہے ، اس میں ''اشیاخ من اہل حمص ''مجہول و نامعلوم ہیں ، لہٰذا یہ ناقابلِ حجت اور ناقابلِ عمل ہے ۔

تنبیہ : ''مفتی '' احمد یا ر خان نعیمی صاحب لکھتے ہیں : ''نکیرین میت سے تین سوال کرتے ہیں ، اول تو یہ کہ تیر ا رب کون ہے ؟ پھر یہ کہ تیر ا دین کیا ہے ؟ پھر یہ کہ اس سنہری جالی والے سرسبز گنبد والے آقا کو تو کیا کہتا ہے ؟ پہلے سوال کا

جواب ہو ا أشہد أن لا الہ الّا اللّہ، دوسرے کا جواب ہوا حیّ علی الصّلاۃ یعنی میرا دین وہ ہے جس میں پانچ نمازیں فرض ہیں ، تیسرے کا جواب ہوا أشہد أن محمّدا عبدہ ورسولہ ہے''(''جاء الحق'' : ۱/۳۱۲)

یہ واضح طور پر دینِ اسلام میں تحریف ہے ، یہ کسی آیتِ کریمہ یا حدیثِ مبارکہ کا مفہوم نہیں ، بلکہ صریح نصوص کی خلاف ورزی ہے ، یہ غلو کا نتیجہ ہے ، جب نبی ئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ اطہر پر سبز گنبد نہیں بنایاگیا تھا ، اس وقت کیا یہ سوال پوچھا جاتا تھا ؟ دراصل عقل و انصاف کو ان سے شکوہ ہے کہ وہ ان کا ساتھ نہیں دیتے ۔

دلیل نمبر ٤ :

قال الامام الطّبرانی : حدّثنا أبو عقیل أنس بن سلم الخولانیّ ، ثنا محمّد بن ابراہیم بن العلاء الحمصیّ ، ثنا اسماعیل بن عیّاش ، ثنا عبد اللّہ بن محمّد القرشیّ عن یحیی بن أبی کثیر عن سعید بن عبد اللّہ الأودیّ ، قال : شہدتّ أبا أمامۃ ، وھو فی النّزع ، فقال : اذا أنا متّ فاصنعوا بی کما أمرنا رسول اللّہ صلّی اللّہ علیہ وسلّم أن نصنع بموتانا ، أمرنا رسول اللّہ صلّی اللّہ علیہ وسلّم ، فقال : اذا مات أحد من اخوانکم فسوّیتم التّراب علی قبرہ ، فلیقم أحدکم علی رأس قبرہ ، ثمّ لیقل : یا فلان بن فلانۃ ! فانّہ یقول : یا فلان بن فلانۃ ، فانّہ یستوی قاعدا ، ثمّ یقول: یا فلان بن فلانۃ ، فانّہ یقول : أرشدنا رحمک اللّہ ، ولکن لا تشعرون، فلیقل : اذکر ما خرجت علیہ من الدّنیا ، شہادۃ أن لا الہ الّا اللّہ وأنّ محمّدا عبدہ ورسولہ ، وانّک رضیت باللّہ ربّا وبالاسلام دینا وبمحمّد نبیا وبالقرآن اماما ، فانّ منکرا ونکیرا یأخذ واحد منھما بید صاحبہ، ویقول : انطلق بنا ما نقصد عند من قد لقّن حجّتہ ، فیکون اللّہ حجیجہ دونھما ۔فقال رجل : یا رسول اللّہ ! فان لم یعرف أمّہ قال : فینسبہ الی حّواء یا فلان بن حوّاء ۔

''سعید بن عبداللہ الاودی بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو ا جب کہ وہ حالتِ نزع میں تھے ، کہنے لگے ، جب میں فوت ہوجاؤ ں تو میرے ساتھ اسی طرح کرنا جس طرح ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے ، آپ نے ہمیں حکم فرمایا تھا ، جب تم میں سے کوئی فوت ہو جائے اور تم اس کی قبر پر مٹی برابر کر چکو تو تم میں سے ایک اس کی قبر کے سر کی جانب کھڑا ہو کر کہے ، اے فلاں

عورت کے بیٹے فلاں ! جب وہ یہ کہے گا تو مردہ اٹھ کر بیٹھ جائے گا ، پھر وہ کہے کہ اے فلاں عورت کے بیٹے فلاں ! وہ کہے گا ، اللہ تجھ پر رحم کرے ، ہماری رہنمائی کر ، لیکن تم یہ باتیں سمجھ نہیں سکتے ، پھر کہے کہ تو اس بات کو یاد کر جس پر دنیا سے رخصت ہوا ہے ، اس بات کی گواہی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں، تو اللہ کے رب ہونے ، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے ، اسلام کے دین ہونے اور قرآن کے امام ہونے پر راضی تھا ، منکر اور نکیر میں سے ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کہتاہے ، چلو ، جس آدمی کو اس کی حجت تلقین کر دی گئی ہے ، اس کے پاس ہم نہیں بیٹھتے، چنانچہ دونوں کے سامنے اللہ تعالیٰ اس کا حامی بن جائے گا ، ایک آدمی نے عرض کی ، اے اللہ کے رسول ! اگر وہ (تلقین کرنے والا)اس (مرنے والے)کی ماں کو نہ جانتا ہو تو(کیا کرے)؟ فرمایا ، وہ اسے حوّاء کی طرف منسوب کرکے کہے ، اے حواء کے فلاں بیٹے !''

(المعجم الکبیر للطبرانی : ۸/۲۵۰، ح : ۷۹۷۹)

تبصرہ : یہ روایت سخت ترین ''ضعیف'' ہے ، کیونکہ :

۱★ اس کی سند میں محمد بن ابراہیم بن العلاء الحمصی ہے ، جس کے بارے میں محمد بن عوف کہتے ہیں :

کان یسرق الحدیث ۔ ''یہ حدیثیں چوری کرتا تھا ۔''(الکامل لابن عدی : ٦/۲۸۸)

امام ابن عدی رحمہ اللہ نے بھی اس پر کلام کی ہے ، اس کے بارے میں ادنیٰ کلمہئ توثیق بھی ثابت نہیں ۔

۲★ امام طبرانی رحمہ اللہ کے استاذ انس بن مسلم ابو عقیل کے حا لات نہیں مل سکے ۔

۳★ اس روایت کا ایک راوی عبداللہ بن محمد القرشی غیر معروف راوی ہے ۔

٤★ سعید بن عبداللہ الاودی کی توثیق نہیں مل سکی ، اسی لیے حافظ ہیثمی فرماتے ہیں :

وفی اسنادہ جماعۃ لم أعرفهم ۔ ''اس کی سند میں کئی راویوں کو میں نہیں جان پایا ۔''

(مجمع الزوائد : ۳/٤۵)

۵★ اسماعیل بن عیاش کی روایت (جمہورکے نزدیک)حجازیوں سے ''ضعیف'' ہوتی ہے ۔

(نتائج الافکار لابن حجر : ۱۱۲، النکت علی کتاب ابن
الصلاح لابن حجر : ۲/۷۲۲)
یہ روایت بھی حجازیوں سے ہے ، لہٰذا ''ضعیف '' ہے۔
٦★ یحییٰ بن ابی کثیر ''مدلس'' ہیں جو کہ ''عن'' سے بیان
کررہے ہیں ، سماع کی تصریح ثابت نہیں ہے
لہٰذا حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ کا یہ کہنا کہ اسنادہ، صالح ،
وقد قوّاہ الضّیاء فی أحکامہ ۔(اس کی سند صالح ، یعنی حسن
ہے ، امام الضیاء نے اسے اپنی کتاب احکام میں قوی کہا ہے)۔
(التلخیص الحبیر : ۲/۱۳۵۔۱۳٦، ح : ۷۹٦)صحیح نہیں ہے ۔
حافظ نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں : واسنادہ، ضعیف ، وقال ابن
الصّلاح : لیس اسنادہ، بالقائم ۔
''اس کی سند ضعیف ہے اور ابن الصلاح نے کہا ہے کہ اس کی
سند صحیح نہیں ہے''(شرح المھذب : ٥/۳۰٤)
حافظ عراقی رحمہ اللہ نے بھی اسے ''ضعیف '' کہا ہے ۔(تخریج
الاحیاء : ٤/٤۲۰)
علامہ صنعانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں : ویتحصّل من کلام أئمّۃ
التّحقیق أنّہ حدیث ضعیف ، والعمل بہ بدعۃ ، ولا یغترّ بکثرۃ من
یفعلہ ۔
''محققین ائمہ کی کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے
اور اس پر عمل کرنا بدعت ہے ، اس بدعت کو اختیار کرنے والوں
کی کثرت کو دیکھ کر دھوکا نہیں کھانا چاہیے ۔''(سبل السلام :
۲/۱٦۱)
اس کا ایک شاہد قاضی الخلعی کی کتا ب ''الفوائد (٥٥/۲)،بحوالہ
الضعیفۃ للالبانی ''میں ہے ، اس کی سند موضوع (من گھڑت)ہے ،
محدث البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :
ھذا حدیث ضعیف جدا ، لم اعرف احدا منھم غیر عتبۃ بن السکن ،
قال الدارقطنی : متروک الحدیث ، وقال البیھقی : واہ ، منسوب
الی الوضع ۔
''یہ حدیث سخت ضعیف ہے ، میں ان(راویوں) میں سے عتبہ بن
السکن کے علاوہ کسی کو بھی نہیں جانتا اور اس کے بارے میں
امام دارقطنی نے فرمایا ہے کہ متروک الحدیث ہے اور امام بیہقی
نے اسے سخت ضعیف اور احادیث گھڑنے کی طرف منسوب قرار
دیا ہے ۔''(سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ للالبانی : ح
٥۹۹)

خوب یا درہے کہ دفن کے بعد میت کو تلقین کرنے والی بدعت میں دیوبندی اوربریلوی دونوں متفق ہیں ، اس بدعت کے دفاع میں جناب محمدسرفراز خان صفدر دیوبندی لکھتے ہیں :

''البتہ دفن کے بعد تلقین کرنا عند القبر (قبر کے پاس) ہے ، مگر وہ تو والدّعاء عندها قائما کی مد میں ہے، جو سنت سے ثابت ہے ۔''(''راہِ سنت '' : ۲۲۸)

دیوبندیوں نے قبر پرتلقین کو دعا پر قیاس کیا اور بریلویوں نے قبر پر اذان کو اس تلقین پر قیاس کر لیا ، حالانکہ عرفاً وشرعاً نہ تلقین دعا ہے اور نہ اذان تلقین ہے ، شریعت ِ اسلامیہ میں نہ قبر پر اذان ثابت ہے اور نہ ہی دفن کے بعد قبر پر تلقین ہی ثابت ہے ، لہٰذا ایک بے اصل چیز کو دوسری بے اصل چیز پر قیاس کرنا اہلِ بدعت کا ہی شیوہ ہوسکتاہے ۔

تلقین اورائمہ محدثین

أبو جعفر التّستریّ یقول : حضرنا أبا زرعة ، وهو فی السّیاق ، وعنده أبوحاتم ومحمّد بن مسلم (وارہ) والمنذر بن شاذان وجماعة من العلماء ، فذكروا حديث التّلقين وقوله صلّی اللّٰه عليه وسلّم : لقّنوا موتاكم : لا اله الّا اللّه ، فاستحيوا من أبی زرعة ، وهابوا أن يلقّنوه ، فقالوا : تعالوا نذكر الحديث ، فقال : محمّد بن مسلم : نا ضحّاک بن مخلد عن عبدالحمید بن جعفر عن صالح ، ولم یجاوز ، وقال المنذر : نا بندار نا أبوعاصم عن عبدالحمید عن صالح ، ولم یجاوز ، والباقون سکتوا ، فقال أبو زرعة ، وهو فی السّوق : نا بندار ، نا أبو عاصم ، نا عبدالحمید بن جعفر عن صالح بن أبی عریب عن کثیر بن مرّة عن معاذ بن جبل قال : قال رسول اللّه صلّی اللّه علیه وسلّم : من کان آخر کلامه لا اله الّا اللّه دخل الجنّة ، وتوفّی ۔

''ابوجعفر تستری بیان کرتے ہیں کہ ہم امام ابو زرعہ رحمہ اللہ کے پاس آئے ، وہ حالت ِ نزع میں تھے ، ان کے پاس امام ابو حاتم ، محمد بن مسلم (وارہ)، منذر بن شاذان اور کئی دوسرے علمائے کرام تشریف فرماتھے ، انہیںتلقین والی حدیث یاد آئی ، لیکن وہ امام ابو زرعہ(کی جلالت ِ علمی کی وجہ سے ان) کو تلقین کرنے سے شرما گئے ،لہٰذا انہوں نے کہا ، آؤ حدیث کا مذاکرہ کریں ، چنانچہ محمد بن مسلم نے یوں سند بیان کرنا شروع کی ، ہمیں ضحاک بن مخلد نے بیان کیا ،وہ کہتے ہیں،ہمیں ابو عاصم نے عبدالحمید بن جعفر عن صالح کی سند سے بیان کیا ، یہاں پہنچ

کر محمد بن مسلم رک گئے ، آگے بیان نہ کرسکے ، منذر بن شاذان کہنے لگے ، ہمیں بندار نے بیان کیا ، انہوں نے کہا کہ ہمیں ابوعاصم نے عبدالحمید سے اوران کو صالح نے بیان کیا ، وہ بھی اس سے آگے نہ بیان کرسکے ، باقی سب خاموش ہوگئے ، تو امام ابو زرعہ رحمہ اللہ فرمانے لگے ، ہمیں بندار نے حدیث بیان کی ، ان کو ابوعاصم نے ، ان کو عبدالحمید بن جعفر نے ، ان کو صالح بن ابی عریب نے حدیث بیان کی ، وہ کثیر بن مرہ سے اور وہ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

من کان آخر کلامہ لا الہ الّا اللّہ دخل الجنّۃ ۔

''جس کی آخری کلام لا الہ الا اللہ ہوگئی ، وہ جنت میں داخل ہوگیا ۔''

اس کے ساتھ ہی وہ فوت ہوگئے ۔''

(معرفۃ علوم الحدیث للحاکم : ص ٧٦، تاریخ بغداد : ١٠/٣٢٥، تقدمۃ الجر ح والتعدیل : ٣٤٥۔٣٤٦بأسانید صحیحۃ)

امام ابراہیم نخعی کہتے ہیں : لمّا ثقل علقمۃ قال : أقعدوا عندی من یذکّرنی لا الہ الّا اللّہ ۔

''جب علقمہ تابعی رحمہ اللہ سخت بیمارہو گئے تو فرمایا ، میرے پاس ایک آدمی بٹھاؤ جو مجھے لا الہ الا اللہ یا کرواتا رہے ۔''(مصنف ابن ابی شیبۃ : ٣/٢٣٦، وسندہ، صحیح)

عن ابرھیم : فی الرّجل اذا مرض ، فثقل ، قال : کانوا یحبّون أن لاّ یخلوہ ، ویعتقبونہ اذا قام ناس ، جاء آخرون ویلقّونہ : لا الہ الّا اللّہ ۔

''امام ابراہیم اس آدمی کے بارے میں جو بیمار ہو کر قریب الموت ہوجائے ، فرماتے ہیں کہ وہ (گھروالے)اس کو اکیلا نہ چھوڑیں ، باری باری اس کے پاس آتے رہیں ، جب کچھ لوگ عیادت کر کے چلے جائیں تو دوسرے آجائیں اور اس کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کریں ۔''(مصنف ابن ابی شیبۃ : ٣/٢٣٧، وسندہ، صحیح)

وقال الحسین الجعفیّ : دخلت علی الأعمش أنا وزائدۃ فی الیوم الّذی مات فیہ ، والبیت ممتلیئ من الرّجال ، اذ دخل شیخ ، فقال : سبحان اللّہ ! ترون الرّجل ، وما ھو فیہ ، ولیس منکم أحد یلقّنہ ؟ فقال الأعمش ھٰکذا ، فأشار بالسّبّابۃ وحرّک شفتیہ ۔

''حسین جعفی نے بیان کیا کہ میں اور زائدہ دونوں امام اعمش کی وفات والے دن ان کے پاس حاضر ہوئے ، ان کا گھر مردوں سے

بھرا ہوا تھا ، اچانک ایک شیخ داخل ہوئے اور فرمایا ، سبحان اللہ ! تم سب اس شخص کو دیکھ رہے اور ان کی حالت (نزع)بھی ملاحظہ کر رہے ہو ، تم میں سے کوئی انہیں تلقین نہیں کررہا ! پھر امام اعمش یوں کیا ، انہوں (حسین الجعفی رحمہ اللہ)نے شہادت کی انگلی سے اشارہ کیا اور ہونٹوں کو حرکت دی (یعنی انہوں نے فوت ہونے سے پہلے لا الہ الا اللہ پڑھ لیا تھا)۔''

(العلل ومعرفۃ الرجال بروایۃ عبد اللہ بن احمد بن حنبل : ح ٣٦٢٧ وسندہ، صحیح)

★★ ★★ ★★